عوامی غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح

مصنف
مولانا تطہیر احمد رضوی

تصحیح ترتیب جدید
محمد رضاء الحسن قادری

دار السلام ۰ لاہور
0321-9425765

عوامی غلط فہمیاں

اور

اُن کی اِصلاح

مصنف

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

مُدَّظِلُّہُ العَالِی

ترتیب جدید/تصحیح

محمد رضاء الحسن قادری

غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ

دارُالاسلام

جامع مسجد ومحلہ رُوحی، اندرون بھاٹی دروازہ، لاہور-5400

فون:0321-9425765

فہرست

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ
امامِ اعظم علی الاطلاق، بانیٔ فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی
رحمۃ اللہ علیہ
غوثِ اعظم محی الدین شیخ سید
ابو محمد عبد القادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ
فیضانِ علم
امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین
ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی
رحمۃ اللہ علیہ
اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنّت
شاہ احمد رضا خان بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ
زیرِ سرپرستی
یادگارِ اسلاف فضیلۃ الشیخ
مفتی غلام حسن قادری
دار العلوم حزب الاحناف، لاہور
معاونِ خصوصی
خادم الاسلام مولانا الحاج قاری
محمد اصغر علی نورانی
مہتمم جامعہ امیر حمزہ، لاہور
جملہ حقوق جدید طباعت محفوظ ہیں
All Rights of New Edition reserved
سلسلۂ مطبوعات ۲
طبع اول دسمبر ۲۰۰۸ء
قیمت
ناشر محمد رضاء الحسن قادری

پیش لفظ

آنے والے صفحات میں بعض وہ ضروری احکامِ شرع جمع کیے گئے ہیں جن سے ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بے خبر ہیں یا وہ مسائل واحکام کے معاملے میں کچھ کا کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ دراصل مذہب اسلام ایک درمیانی راستہ ہے جو نہ اتنا مشکل اور دشوار کہ اس کو اپنانا اور اُس پر چلنا ممکن نہ ہو اور نہ اتنا آسان کہ انسان کو اُس کی خواہشات اور نفسانی تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے اور مذہب کو بالکل آزاد خیالی، بے راہ روی یا غنڈہ گردی بنا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کو انسان نے بڑی تیزی کے ساتھ قبول کیا اور آناً فاناً وہ دنیا کا سب سے مقبول ترین مذہب بن گیا اور کسی ایک طبقے، نسل یا گروہ اور علاقے کا نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہر نسل، ہر علاقے اور ہر طبقے کے لوگ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ چھوٹے، بڑے، امیر وغریب، سلطان اور رعایا، دیہاتی اور شہری، کمزور وطاقتور، کالے اور گورے ہر قسم اور ہر علاقے، ملک ووطن کے لوگ اب بھی مسلمان نظر آئیں گے اور پہلے بھی ہوتے رہے ہیں اور آج زمین کے سینے پر بسنے والے انسانوں میں سب سے بڑی آبادی اسلام کے نام لیواؤں کی ہے۔ اگر چہ اب کافی لوگ برائے نام ہی مسلمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آج اہل اسلام اپنے مذہب کے اُصول و ضوابط کی پابندی کر کے صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں تو دُنیا میں جو لوگ ابھی اسلام کی لذت سے نا آشنا ہیں وہ سب اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر مسلمان بن جائیں گے اور بہت جلد دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہو گا اور وہ ہے اسلام، مگر افسوس! آج مسلمانوں نے ہی اسلام چھوڑ دیا او وہ کفر اور اُس کے شعار کو اپنا کر بڑے خوش نظر آ رہے ہیں۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد شادماں ہے کہ کانٹا نگل گئی!

ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں کہ اپنے دنیاوی بے جا شوق اور ارمانوں کو پورا کرنے کے لیے دولت کمانے میں اتنے مصروف ہیں کہ انھیں اسلام کو سمجھنے اور اس کی خوبیوں سے واقف ہو کر عمل کرنے کے لیے سوچنے کا ہی موقع میسر نہیں اور شاید انھیں مرنے سے پہلے یہ موقع مل بھی نہیں پائے گا موت ہی ان کی

آنکھیں کھولے گی اور انہیں سوتے سے جگائے گی بے ہوشی دُور کرے گی، لیکن اس کے باوجود ایسے لوگوں کی تعداد بھی کافی ہے جو اسلام کی خوبیوں سے واقف ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کو طرزِ زندگی بنائیں لیکن کچھ اسباب ان کی راہ میں حائل ہیں ایسے اپنے بھائیوں کے لیے عن قریب میرا اِرادہ ایک چھوٹی سی کتاب مرتب کرنے کا ہے جس کو پڑھ کر اُن کے لیے راستہ آسان ہوسکے اور توفیق ربِ کریم کی طرف سے ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

آئندہ اوراق کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہیں، بلکہ عوام سے رابطہ رکھنے ان میں رہنے سہنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اِسلام اور اس کے احکام سے متعلق ان میں کچھ غلط فہمیاں رائج ہوگئی ہیں ان کو دیکھ کر میں نے چاہا کہ قلم بند کر کے اُن کی اصلاح کردی جائے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک عوامی جائزہ ہے جو آپ کے پیش نظر ہے۔

تصنیف وتالیف کا مشغلہ ہو یا وعظ وتقریر کا کام؛ ہمارا آئیڈیل آج کے پُرفتن دَور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے جو اِسلام وسنت کا صحیح ترجمان ہے اور وہ مجدد دِامت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف کردہ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں، فتاویٰ اور رَسائل ہیں جو اَب دنیا بھر میں شائع وذائع ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ مساجد کے ائمہ ہوں یا مقررین وواعظین؛ ہر قسم کے مصلحین سے میری گزارش ہے کہ وہ عوام کی اِصلاح کبھی جھڑک کر یا ڈانٹ کر نہ کریں، بلکہ پیار ومحبت سے انھیں حقیقت مسئلہ سمجھائیں۔ اگر مان جائیں فبہا ورنہ انھیں اُن کے حال پر رہنے دیں۔ اَن پڑھ ناخواندہ لوگوں سے بحث ومباحثہ اور مسائل میں جھگڑا کرنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

تطہیر احمد رضوی عُفِیَ عَنْہُ

گزارش!

اس کتاب کی طباعت میں جن اَحباب نے مالی یا کسی بھی طرح کا تعاون کیا اُن کے لیے دُعائے خیر ضرور فرمائیں! ناشر اور اِدارہ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کو ''اُوپر والا'' کہنا

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بجائے ''اُوپر والا'' بولتے ہیں۔ ایسا کہنا نہایت غلط ہے، بلکہ اگر یہ عقیدہ رکھ کر یہ الفاظ بولے جائیں کہ اللہ تعالیٰ اُوپر ہے تو یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اُوپر، نیچے، آگے، پیچھے، داہنے، بائیں؛ تمام سمتوں، ہر مکان اور ہر زمان سے پاک ہے، برتر وبالا ہے۔ ان سب جہات (سمتوں) یعنی پورب (مشرق)، پچھم (مغرب)، اُتر (شمال)، دکھن (جنوب)، اُوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، زمان ومکان کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کیسے بولا جاسکتا ہے کہ وہ کسی سمت میں ہے!! وہ کسی مکان کا محتاج نہیں، کیوں کہ جب اُس نے اِن کو پیدا نہیں کیا تھا وہ تب بھی تھا۔ کہاں تھا اور کیا تھا؟ اس کی حقیقت کو اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو اُس سے یہ پوچھا جائے کہ جب اُس نے عرش کو پیدا نہیں کیا تھا تب وہ کہاں تھا؟

ہاں! اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اُوپر والا اِس خیال سے کہے کہ وہ سب سے بلند وبالا ہے اور اُس کا مرتبہ سب سے اُوپر ہے تو یہ کفر نہیں ہے، پھر بھی ایسے الفاظ سے پرہیز بہتر ہے۔

اِس قول سے بھی بچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ جل جلالہ کا علم اور قدرت ہر شے کو محیط ہے۔

قطب کی طرف پیر کر کے نہ سونا

یہ مسئلہ عوام میں کافی مشہور ہوگیا ہے۔ کافی لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شمال کی سمت پیر پھیلانا منع ہے، کیوں کہ اُدھر قطب ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس جانب پاؤں کر کے لیٹے یا سوئے تو اُس کو نہایت برا جانتے ہیں اور مکانوں میں چارپائیاں ڈالتے وقت اِس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ سرہانا یا تو مغرب کی طرف ہو یا پھر شمال کی جانب۔

شرعاً قبلہ کی جانب پاؤں پھیلانا تو یقیناً بے ادبی ومحرومی ہے۔ اس کے علاوہ باقی سمتیں اسلام میں

ابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری و فضیلت نہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ مسئلہ جہلا میں بہت مشہور ہے۔ قطب عوام میں ایک ستارے کا نام ہے۔ تو تارے تو چاروں طرف ہیں کسی طرف پیر نہ کرے''۔ (الملفوظ ۲/ ۵۷)

ی اگر قطب ستارے کی وجہ سے جانب شمال پیر کر کے سونا منع ہو جائے تو ستارے چاروں طرف ہیں، ذا کسی بھی جانب پیر پھیلانا جائز نہیں ہو گا۔

بیت الخلاء (لیٹرین) میں جانب قبلہ منہ یا پیٹھ کرنا

حدیث شریف میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا۔

''جب تم رفع حاجت کرو تو قبلے کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ''۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۲)

اکثر لوگ اِس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ پاخانہ، پیشاب کے وقت عام طور سے قبلے کی جانب منہ پیٹھ کر لیتے ہیں۔ گھروں میں بیت الخلاء بناتے وقت مسلمانوں کو خاص طور سے اِس امر کا خیال رکھنا ہیے۔ بیٹھنے کی سیٹ یوں لگائی جائے کہ اِستنجا کرنے والے کا نہ منہ کعبے کی طرف ہو، نہ پیٹھ۔ پاکستان ر دیگر ایشیائی ممالک میں لیٹرین کی سیٹیں شمالاً جنوباً رکھی جائیں، مشرق و مغرب کی جانب نہیں۔

عصر و مغرب کے درمیان کھانے، پینے کو برا جاننا

یہ مسئلہ بھی کافی مشہور ہو گیا ہے کہ عصر سے مغرب تک کچھ کھانا پینا منع ہے یا اس کو تقویٰ و ہیزگاری سمجھا جاتا ہے حالاں کہ شریعت اِسلامیہ میں ایسا کچھ نہیں۔ کھانے، پینے کے معاملے میں ے اور اوقات ہیں ویسے ہی بعد عصر کا وقت ہے۔ اس دوران اور اوقات کی طرح کھانا پینا نہ گناہ ہے، نا جائز و ممنوع، بلکہ اس وقت میں بھی کھایا پیا جا سکتا ہے۔

بعض مقامات پر عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جس عورت کا بچہ مر گیا ہو اگر وہ بعد عصر کھانا ھائے تو اس کے مردہ بچے کو وہاں کھانا نہیں ملے گا، وہ بھوکا رہے گا۔ یہ بھی محض ایک گھڑی ہوئی بات ہے، شریعت میں اِس کی کوئی اصل نہیں۔

نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا سرکنے کا مسئلہ

عام طور سے دیہاتوں میں لوگ اس کو برا جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا اگر تھوڑا بہت سرک جائے تو نماز نہ ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ بعض لوگ اس انگوٹھے کو نماز کی کلیا یا کھونٹا کہتے بھی سنے گئے ہیں۔ یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں۔ کسی بھی پیر کا انگوٹھا سرک جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ہاں! نماز میں قصداً کوئی حرکت کرنا خواہ جسم کے کسی حصہ سے ہو مکروہ ہے۔

حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں! مقتدی کا انگوٹھا داہنے یا بائیں یا آگے یا پیچھے اتنا ہٹا کہ جس سے صف میں کشادگی پیدا ہو یا سینہ صف سے باہر نکلے مکروہ ہے''۔ (فتاویٰ فیض الرسول ۱/ ۳۷۰)

سجدے میں پیر کی اُنگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگنا

اِس مسئلہ سے کافی لوگ غافل ہیں۔ صرف پیر کی اُنگلیوں کے سرے زمین سے لگ جانے کو سجدہ سمجھتے ہیں۔ بعض کا تو صرف انگوٹھے کا سرا ہی زمین سے لگتا ہے اور باقی اُنگلیاں زمین کو چھوتی بھی نہیں۔ اس صورت میں نہ سجدہ ہوتا ہے، نہ نماز۔ سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیر کی اُنگلیوں کے سرے قبلے کی طرف کر کے اُنگلیوں پر زور دے کر پیٹ زمین سے لگایا جائے۔

فتاویٰ رضویہ شریف (۱/ ۵۵۶) میں ہے:

''سجدے میں کم از کم ایک اُنگلی کا پیٹ زمین سے لگا ہونا فرض ہے اور پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب''۔

اذان کے وقت باتیں کرنا

اَذان کے وقت باتوں میں مشغول رہنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ عوام تو عوام بعض خواص اہل علم تک اس کا خیال نہیں رکھتے۔ جب کہ حدیث شریف میں ہے:

''جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے''۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب اذان ہو رہی ہو تو اُتنی دیر کے لیے سلام، کلام اور جواب سلام؛ تمام اَشغال

وقوف کردیے جائیں یہاں تک کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اگر اذان کی آواز آئے تو
اوت روک دی جائے۔ اذان غور سے سن کر جواب دیا جائے۔ اگر کسی راہ چلتے کو اذان کی آواز سنائی
ے تو وہ اختتامِ اذان تک رُک جائے، سنے اور جواب دے۔ اگر ایک سے زیادہ اذانیں ہو رہی ہوں
صرف پہلی کا جواب دینا سنت ہے اور سب کا دینا بھی بہتر ہے۔

اِعتکاف میں چپ رہنا

بعض لوگ اِعتکاف میں خاموش رہنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اِعتکاف میں چپ چاپ
ھے رہنا نہ ضروری، نہ محض خاموشی کوئی عبادت، بلکہ چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(بہارِ شریعت ۱۵۲/۵)

البتہ بری باتوں سے چپ رہنا بہر حال ضروری ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ وہ قرآنِ مجید کی تلاوت
ے، تسبیح و درود کا ورد رکھے، نفل پڑھے، دینی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ دین کی باتیں سیکھنے سکھانے
کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ عظیم عبادت ہے۔ بوقت ضرورت کوئی دُنیاوی جائز بات بھی کی جاسکتی ہے۔
ں سے اِعتکاف فاسد نہیں ہوتا، مگر زیادہ دُنیوی بات چیت سے اِعتکاف بے نور ہو جاتا ہے۔

نمازی کے آگے سے ہٹنا

عام طور سے مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ دو شخص آگے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یعنی ایک
ی صف میں اور دوسرا اس کے بالمقابل اگلی صف میں۔ آگے والا پیچھے والے سے پہلے فارغ ہو جاتا
اور پھر اس کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے کہ وہ سلام پھیرے تب یہ وہاں سے ہٹے۔ اس
پہلے ہٹنے کو نمازی کے سامنے سے گزرنا خیال کیا جاتا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ آگے نماز پڑھنے
اپنی نماز پڑھ کر ہٹ جائے تو اس پر گزرنے کا گناہ نہیں ہے، نہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرنے
لے کے بارے میں وارد وعید کا مصداق ہے۔ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنا ہو تو سترہ بنالیا جائے۔

صدرُ الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اگر دو شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتے ہوں اور سترہ کو کوئی چیز نہیں تو اُن میں سے
ایک نمازی کے سامنے اُس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دُوسرا اس کی آڑ پکڑ کے
گزر جائے، پھر وہ دُوسرا اُس کی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے

اور یہ گزر جائے پھر وہ دوسرا جدھر سے آیا اسی طرف ہٹ جائے''۔

(عالمگیری، ردّ المحتار بحوالہ بہارِ شریعت ۱۵۹/۳)

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ گزرنے اور ہٹنے میں فرق ہے۔ گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص
کسی طرف سے آیا اور نمازی کے سامنے سے دوسری طرف نکل گیا۔ یہ یقیناً ناجائز و گناہ ہے، لیکن اگر
نمازی کے سامنے بیٹھا ہے اور کسی طرف ہٹ گیا تو یہ گزرنا نہیں ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

کیا داہنی جانب سے اِقامت کہنا ضروری ہے؟

آج کل یہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ اِقامت یا تکبیر جو جماعت قائم کرنے سے قبل مکبّر پڑھتا
ہے وہ امام کے پیچھے یا داہنی طرف ہو کر پڑھے اور بائیں جانب کھڑے ہو کر تکبیر پڑھنے کو ممنوع خیال
کیا جاتا ہے حالاں کہ تکبیر بائیں طرف سے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور اِقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ داہنی طرف ہو یا بائیں طرف فقیر کی نظر سے نہ
گزری...... ہاں! اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذاتِ امام پھر جانب راست مناسب تر ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ۴۶۵/۲)

مسجدوں میں شور کرنے والے پنکھوں اور کولروں کا حکم

آج کل کتنے لوگ ہیں جو مسجدوں میں آتے ہیں تو انہیں نماز سے زیادہ اپنے آرام، چین و سکون
گرمی اور ٹھنڈک کی فکر رہتی ہے۔ اپنی دکانوں، مکانوں، کھیتوں اور کھلیانوں، کام، دھندوں میں بڑی
بڑی پریشانیاں اُٹھا لینے والے، مشقتیں جھیل لینے والے جب مسجدوں میں دس پندرہ منٹ کے لیے نماز
کے لیے آتے ہیں تو ذرا سی پریشانی پر، تھوڑی سی گرمی یا ٹھنڈک لگ جائے تو بوکھلا جاتے ہیں، گویا
اُنھوں نے مسجدوں کو آرام گاہ اور مقامِ عیش و عشرت سمجھ لیا ہے۔ جہاں تک شریعت اِسلامیہ نے
اِجازت دی ہے وہاں تک آرام اٹھانے سے روکا نہیں جاسکتا، لیکن بعض جگہ یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی
ہے کہ مسجدوں کو شور مچانے والے بجلی کے کولروں اور پنکھوں سے متاثر کرتے ہیں اور جب وہ سارے
پنکھے اور کولر چلتے ہیں تو مسجد میں ایک شور و ہنگامہ ہوتا ہے جو صرف خضوع و خشوع ہی میں مخل نہیں بلکہ بسا
اوقات امام کی قراءت و تکبیرات تک صاف سنائی نہیں دیتیں یا اِمام کو اُس شور کی وجہ سے چیخ کر آواز

...نی پڑتی ہے۔ بعض جگہ تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسجدوں میں بھاری آواز والے جنریٹر تک رکھ دیے ...تے ہیں جو سراسر آدابِ مسجد کے منافی ہے۔ ہاں! نہایت ہلکی آواز والے حسب ضرورت پنکھوں ہی ...ے کام چلایا جائے یا AC لگا دیے جائیں، البتہ کولروں سے مسجدوں کو بچالینا ہی اچھا ہے، کیوں کہ اُن ...ں عموماً آواز زیادہ ہوتی ہے جس سے مسجد کی بے ادبی یقینی ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ (۳۸۶/۶) میں فرماتے ہیں:

''بے شک مسجدوں میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے''۔

اسی جگہ آپ علیہ الرحمہ نے درِّ مختار کی ایک عبارت بھی نقل فرمائی جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کھانا ...جود ہو اور اس کی طرف رغبت وخواہش ہو تو ایسے وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی حکم ہر اُس چیز ...ہے جو نماز سے دل کو پھیرے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

مزید بحوالہ شرح تنویر ذکر فرمایا کہ چکی کے پاس نماز مکروہ ہے۔

اور ردّ المحتار میں اِس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ چکی کی آواز دِل کو نماز سے ہٹاتی ہے۔

نماز میں اِمام کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا اِستعمال

اِس مسئلہ میں علما کا اِختلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اِس کے استعمال سے بچا جائے اور زمانۂ نبوی ﷺ کی سنت مکبّرین کو زندہ کیا جائے۔

اِنتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ کئی مرتبہ دورانِ نماز لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر بند ہو جاتا ...ا اور اسی پر بھروسہ کر کے مکبّرین کا انتظام بھی نہیں کیا ہوتا تو اِس طرح بڑے بڑے اِجتماعات مثلاً عیدو ...کے موقع پر نماز کے ساتھ کھلواڑ ہو کر رہ جاتا ہے۔

تکبیر کھڑے ہو کر سننا

جب مکبّر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو امام اور مقتدی جو وہاں موجود ہیں ان ...ی وقت کھڑا ہونا چاہیے، مگر بعض جگہ شروعِ تکبیر سے کھڑے ہونے کا رواج پڑ گیا ہے اور وہ ... اِس رواج پر اتنے اڑ جاتے ہیں کہ حدیثوں اور فقہی کتابوں کی پروا نہیں کرتے صرف من مانی ...تے ہیں۔

جمعہ کی دُوسری اذان مسجد کے اندر دینا

فقہ حنفی کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے کہ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے۔ خود حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے اور کسی حدیث یا معتبر اسلامی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ کوئی اذان مسجد کے اندر دی جائے، بلکہ الگ سے کوئی جگہ مخصوص ہونی چاہیے، مگر پھر بھی بعض جگہ کچھ لوگ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر امام کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔ اس طرح وہ رسولِ خدا ﷺ کی پیاری پیاری سنت چھوڑ دیتے ہیں۔

نمازِ جنازہ میں بوقت تکبیر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانا

آج کل کافی لوگ ایسا کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ جب نمازِ جنازہ میں تکبیر کہی جاتی ہے تو ہر تکبیر کے وقت اوپر کی جانب منھ اٹھاتے ہیں حالاں کہ اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ نماز میں آسمان کی طرف منھ اٹھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ (بہارِ شریعت)

حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو نماز میں آسمان کی طرف آنکھیں اٹھاتے ہیں۔ اس سے باز رہیں یا اُن کی آنکھیں اُچک لی جائیں گی''۔ (بخاری، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

میّت کا کھانا

میّت کے تیجے، دسویں یا چالیسویں وغیرہا کے موقع پر دعوت کر کے کھانا کھلانے کا جو رواج ہے یہ بھی خلافِ شرع ہے۔ ہاں! غریبوں اور فقیروں کو بلا کر کھلانے میں حرج نہیں کہ یہ اُن کا حق ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مردے کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی نہ کھائے۔'' (احکامِ شریعت ۱۶/۱)

اور فرماتے ہیں کہ موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اِسے بدعت مستقبحہ فرمایا گیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۲۱/۴)

ایسے موقع پر پڑوسیوں اور قریبی رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہ میت کے گھر والوں کو کھانا کھلائیں تا کہ لواحقین کو جو صدمہ پہنچتا ہے اُس سے اُن کی توجہ کچھ بٹ جائے۔ حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

شہادت کی خبر آنے پر یہی فرمایا کہ ''جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو''۔ (فتح القدیر ۲/۱۰۲)

شوہر کا اپنی بیوی کے جنازے کو اُٹھانا، ہاتھ لگانا

عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مرنے کے بعد نہ دیکھ سکتا ہے، نہ اُس کے جنازے کو لگا سکتا ہے اور نہ کاندھا دے سکتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ شوہر کے لیے اپنی بیوی کو مرنے کے بعد ھنا، اُس کے جنازے کو اُٹھانا، کاندھا دینا اور قبر میں اُتارنا؛ سب جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۹۱)

کیا بچے کو دُودھ پلانے سے عورت کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

بعض جگہ جاہلوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ باوضو عورت اگر بچے کو دُودھ پلائے تو اُس کا وضو ٹوٹ تا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ بچے کو دُودھ پلانے سے ہرگز وضو نہیں ٹوٹتا۔ عورت دودھ پلانے کے بعد ہ وضو کے بغیر نماز پڑھ سکتی ہے، دوبارہ وضو کرنے کی حاجت نہیں۔

فاتحہ میں کھانا اور پانی سامنے رکھنا

اس بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں کہ اگر کھانا سامنے رکھ کر سورۂ فاتحہ وغیرہا آیاتِ نیہ پڑھ دی جائیں تو انھیں اُس کھانے سے چڑھ ہو جاتی ہے اور وہ اس کھانے کے اتنے دشمن ہو تے ہیں کہ اُسے حرام خیال کرنے لگتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ بکثرتِ ر احادیث واقوالِ ائمہ اور معمولاتِ بزرگانِ دین سے منھ موڑ کر اپنی چلاتے اور خواہ مخواہ مسلمانوں کو ل اور بدعتی بتاتے ہیں۔

دوسرے ہمارے کچھ وہ مسلمان بھائی ہیں جو اپنی جہالت اور توہم پرستی کی بنیاد پر یہ سمجھتے ہیں کہ ب تک کھانا سامنے نہ ہو قرآن شریف کی تلاوت و ایصالِ ثواب نہ کیا جائے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے یلاد شریف پڑھنے کے بعد انتظار کرتے ہیں کہ مٹھائی آئے تب تلاوت شروع کریں یہاں تک کہ ئی آنے میں اگر تاخیر ہو تو گلاس میں پانی لا کر رکھا جاتا ہے تا کہ اُن کے لیے فاتحہ پڑھنا جائز ہو ے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اِمام صاحب آکر بیٹھ گئے ہیں اور مُصلّے پر بیٹھے اِنتظار کر رہے ہیں کہ کھانا ے تو قرآن پڑھیں۔ یہ سب توہمات اور اسلام میں زیادتیاں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فاتحہ میں کھانا منے ہونا ضروری نہیں، اگر آیات وسورہ پڑھ کر کھانا یا شیرینی بغیر سامنے لائے یوں ہی تقسیم کر دی

جائے تب بھی ایصالِ ثواب ہو جائے گا اور فاتحہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

یوں ہی بعض جاہل عورتوں کے یہ خیالات کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فاتحہ کا کھانا مرد نہ کھائیں۔ بیوہ اور دُوسرے عقد والی عورتوں کو بھی اُس کھانے سے روکتی ہیں۔ یہ سب اُن کی خود تراشی باتیں ہیں جن کا اِسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کیا نمازِ جنازہ کے وضو سے دُوسری نماز پڑھنا جائز ہے؟

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس وضو سے نمازِ جنازہ پڑھی ہو اُس سے دُوسری نماز نہیں پڑھی جاسکتی حالاں کہ یہ ایک بے اصل بات ہے، بلکہ اُسی وضو سے فرض ہوں یا سنت ونفل؛ ہر نماز پڑھنا دُرست ہے۔

میّت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا

میّت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا بہتر و مستحب ہے، لیکن ضروری نہیں۔ اس کو لازمی وضروری خیال کرنا غلط ہے۔

کیا ستر کھل جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

عوام میں جو مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے یہ محض بے اصل بات ہے۔ ہاں! وضو کے آداب سے ہے کہ ناف سے زانو کے نیچے تک سب ستر چھپا ہو کہ بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع ہے اور دوسروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔ (بہارِ شریعت ۲/۲۸)

مغرب اور عشا کی نماز کب تک پڑھی جاسکتی ہے؟

کئی لوگ شام کے وقت تھوڑا سا اندھیرا ہوتے ہی یہ خیال کرتے ہیں کہ مغرب کی نماز کا وقت نکل گیا، اب نماز قضا ہو گئی اور مفت میں ایک فرض نماز چھوڑ دیتے ہیں یا بہ نیت قضا پڑھتے ہیں۔ مغرب کی نماز کا وقت غروبِ آفتاب سے لے کر غروبِ شفق تک ہے اور شفق اُس سفیدی کا نام ہے جو جانب مغرب سرخی ڈوبنے کے بعد شمال وجنوب صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

ہاں! مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کی مقدار دیر لگانا مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے تارے ظاہر ہو جائیں، مکروہ تحریمی اور

گناہ ہے۔ (احکام شریعت صفحہ ۱۳۷)

ہاں! اگر نہ پڑھی ہو تو پڑھے اور جب تک عشا کا وقت شروع نہیں ہوا ہے اَدا ہی ہو گی، قضا نہیں اور یہ وقت غروبِ آفتاب سے لے کر کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہے جو موسم کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یعنی ایک گھنٹے کے اوپر 18 سے 35 منٹ کے درمیان گھومتا رہتا ہے۔

عشا کی نماز کے بارے میں بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اُس کا وقت 12 بجے تک رہتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ عشا کی نماز کا وقت فجر صادق طلوع ہونے یعنی سحری کا وقت ختم ہونے تک رہتا ہے، البتہ تہائی رات سے زیادہ بلاوجہ تاخیر مکروہ ہے۔

مرید ہونا کتنا ضروری ہے؟

آج کل جو بیعت رائج ہے اُسے بیعت تبرک کہتے ہیں جو نہ فرض ہے، نہ واجب اور نہ ایسا کوئی حکم شرعی کہ جس کو نہ کرنے پر گناہ یا آخرت میں مؤاخذہ ہو۔

ہاں! اگر کوئی متصل السلسلہ، جامع شرائط پیر مل جائے تو اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کا مرید ہونا یقیناً ایک امر مستحسن اور بے شمار دینی و دنیوی فوائد کا حامل ہے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص عقائد درست رکھتا ہو، بزرگانِ دین اور علمائے کرام سے محبت رکھتا ہو اور کسی خاص پیر کا مرید نہ ہو تو اس کے لیے یہ عقائد و ایمان کی درستگی، اولیائے کرام و علمائے ذوی الاحترام سے محبت ہی کافی ہے اور وہ ہرگز کوئی شرعی مجرم یا گناہ گار نہیں ہے، مگر آج کل گاؤں، دیہاتوں میں کچھ جاہل بے شرع پیر یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ جو مرید نہ ہو گا اُسے جنت نہیں ملے گی یہاں تک کہ بعض ناخواندہ پیشہ ور مقرر جن کو تقریر کرنے کی فرصت تو ہے، مگر کتابیں دیکھنے کا وقت اُن کے پاس نہیں، جلسوں میں ان جاہل پیروں کو خوش کرنے کے لیے یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے اور بعض ناخواندے اِس کو حضور سیّد عالم ﷺ کا فرمان بتاتے ہیں اور اِس سے آج کل کی پیری، مریدی مراد لیتے ہیں۔ اوّلاً تو یہ کوئی حدیث نہیں، بلکہ بعض بزرگوں سے ایسا منقول ہے۔ تو اس شیخ و پیر سے مراد مرشد عام ہے نہ کہ مرشد خاص اور مرشد عام کلام اللہ و کلامِ ائمہ شریعت و طریقت و کلامِ علمائے ظاہر و باطن ہے۔

اِس سلسلہ صحیحہ پر کہ "عوام کا ہادی کلامِ علما اور علما کا رہنما کلامِ ائمہ اور ائمہ کا مرشد کلام رسول اور

رسول کا پیشوا کلام اللہ" سیّدی و سندی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"سنی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہدیٰ کو مانتا، تقلید ائمہ ضروری جانتا، اولیائے کرام کا سچا معتقد، تمام عقائد میں راہِ حق پر مستقیم وہ ہرگز بے پیر نہیں۔ وہ چاروں مرشدانِ پاک یعنی کلام خدا و رسول و ائمہ و علمائے ظاہر و باطن اُس کے پیر ہیں اگرچہ بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو۔ (نقاء السلافہ فی احکام البیعۃ و الخلافۃ صفحہ ۴۰)

اِس سلسلے میں مزید تفصیل آپ علیہ الرحمہ کی تصنیفات فتاویٰ افریقہ، بیعت کیا ہے؟ اور نقاء السلافہ وغیرہا میں مل سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر جامع شرائط، متبع شرع پیر ملے مرید ہو جائے کہ باعث خیر و برکت اور بلندیٔ درجات کا سبب ہے اور ایسا لائق و اہل پیر نہ ملے تو خواہی نخواہی گاؤں گاؤں پھیری کرنے والے جاہل، بے شرع، علما کی برائی کرنے والے نام نہاد پیروں کے ہاتھ میں ہاتھ ہرگز نہ دے، خاص کر آج کے دور میں ایسے پیروں کی کثرت ہے، بلکہ علما کی مذمت اور علم شریعت کی تحقیر و توہین غالباً اب پیروں کے لیے ضروری ہو گئی ہے۔ ایسے لوگوں سے مرید ہونا ایمان کی موت ہے۔

کیا پیر کے لیے سیّد ہونا ضروری ہے؟

آج کل یہ پروپیگنڈا بھی کیا جاتا ہے کہ مرید کرنے کا حق صرف سیّدوں کو ہے۔ ایسا کہنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو بناوٹی سید ہوتے ہیں۔ خبردار! جب کسی پیر کے لیے اصلی سید ہونا ضروری نہیں تو نقلی سیّد ہونا کیوں کر ضروری ہو گا!! ضروری چیز ورع و تقویٰ ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (الحجرات:۱۳)

"تم میں اللہ کے حضور شرافت و عزت والے تقویٰ و پرہیزگاری والے ہیں"۔

حضرت سیّدنا غوثِ صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی خود نجیب الطرفین حسنی حسینی سیّد ہیں، لیکن آپ کے پیر و مرشد شیخ ابو سعید مخزومی اور ان کے شیخ ابو الحسن ہکاری اور ان کے مرشد شیخ ابو الفرح طرطوسی یوں ہی سلسلہ بسلسلہ شیخ عبد الواحد تمیمی، شیخ ابوبکر شبلی، جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی سیّد و آلِ رسول نہیں۔ سلطان الہند خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی بھی سید نہیں تھے۔ پھر بھی یہ کہنا کہ پیر کے لیے سید ہونا ضروری ہے، بہت بڑی حماقت ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''پیر کے لیے سیّد ہونے کی شرط ٹھہرانا تمام سلاسل کو باطل کرنا ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں سیّدنا امام علی رضا اور حضور غوثِ اعظم کے درمیان جتنے حضرات ہیں ساداتِ کرام سے نہیں اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں تو سیّدنا مولیٰ علی کے بعد ہی امام حسن بصری ہیں جو نہ سیّد ہیں، نہ قریشی اور نہ عربی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۱۴/۹)

مسجد میں بھیک مانگنا

آج کل مسجدوں میں بھیک مانگنے کا رواج بہت بڑھتا جا رہا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اِدھر امام صاحب نے سلام پھیرا اُدھر کسی نہ کسی نے اور بعض اوقات کئی کئی لوگوں نے اپنی اپنی آپ بیتی سنانا اور مدد کرو بھائیو! کی صدا لگانا شروع کر دیا حالاں کہ یہ نہایت غلط طریقہ ہے۔ ایسے لوگوں کو اِس حرکت سے باز رکھا جائے اور مسجدوں میں سوال کرنے سے سختی سے روکا جائے۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اُس سائل کو دینا بھی منع ہے''۔ (بہار شریعت ۱۸۴/۳)

اِس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ایسے لوگ یا تو باہر دروازے پر سوال کریں یا امام مسجد وغیرہ کسی سے کہہ دیں کہ وہ اُن کی ضرورت سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔

جامع شرائط پیر نہ ملے تو......؟

اگر کسی کو کوئی جامع شرائط پیر نہ ملے تو پھر اُسے چاہیے کہ عقائد صحیحہ پر قائم رہے، احکامِ شریعت پر عمل کرے اور تمام اولیاء و علمائے کرام سے محبت کرے۔

حضور پرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اُس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو تو کیا وہ حضور کے مریدوں میں ہے؟ تو فرمایا:

''جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور اپنا نام میرے غلاموں میں شامل کرے اللہ اُسے قبول فرمائے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے''۔

(بہجۃ الاسرار، بحوالہ فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۴۰)

علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''جس کو پیر کامل، جامع شرائط نہ ملے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے''۔

پیر سے پردہ

یہ بات کافی مشہور ہے کہ پیر سے پردہ نہیں ہوتا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ پردے کے معاملے میں پیروں یا عالموں، اماموں کا علاحدہ سے کوئی حکم نہیں ہے، حکم وہی ہے جو عام لوگوں کے بارے میں ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''پردے کے معاملے میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے۔ جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے اور بڑھیا کے لیے جس سے احتمالِ فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ ۱۰۲/۱۰)

کافروں کو مرید کرنا

کچھ جاہل نام نہاد پیر کافروں کو مرید کر لیتے ہیں جب کہ کافروں کو جب تک وہ کفر اور اُس کے لوازمات سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ بنیں اُن کو مرید کرنا بلکہ ان کے لیے ''مرید'' کا لفظ بولنا جہالت ہے۔ یہ عجب بات ہے مہادیو کی پوجا کرے، رات دن بتوں کے سامنے ڈنڈوت کرے اور مرید آپ کا کہلائے!! جو خدا و رسول کا نہیں وہ آپ کا کیسے ہو گیا!!

صحیح بات یہ ہے کہ وہ آپ کا مرید نہ ہوا، بلکہ اُس کی مال داری دیکھ کر آپ اُس کے مرید ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحد؛ ہرگز نہ داخل سلسلہ ہو سکتا ہے اور نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر، نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی اور عمل؛ سب کے لیے پہلی شرط اسلام ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۵۷/۹)

مال دار ہونے کے لیے مرید ہونا

آج کل زیادہ تر لوگ اس لیے مرید ہوتے ہیں کہ ہم مالدار ہو جائیں گے یا دنیوی نقصانات سے محفوظ رہیں گے۔ کتنے لوگ یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ ہم فلاں پیر صاحب سے مرید ہو کر خوش حال

اور مال دار ہوگئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ جو پیری مریدی کبھی رُشد و ہدایت، ایمان کی حفاظت اور دخولِ جنت، حصولِ شفاعت کا ذریعہ خیال کی جاتی تھی آج وہ حصولِ دولت و امارت یا صرف نقش و تعویذ، پڑھنا اور پھونکنا بن کر رہ گئی۔ اب شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جو اہلِ علم و فضل، علما، صلحا یا مزاراتِ مقدسہ پر اِس نیت سے حاضری دیتا ہو کہ اُن سے گناہوں کی مغفرت اور خاتمہ علی الایمان کی دُعا کرائیں گے۔

اِسلام نے دنیا کی زندگی کو محض ایک کھیل تماشا کہا ہے اور آخرت کو باقی رہنے والا، لیکن جس کا پتہ نہیں کب ساتھ چھوٹ جائے اس کو سنوارنے بنانے میں لگ گئے اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے اُس کو بھلا بیٹھے۔ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اُس کو گناہوں کے باوجود دُنیا دے رہا ہے جو بھی وہ بندہ چاہتا ہے تو یہ ڈھیل ہے۔"

یعنی اگر کوئی بندہ گناہ کرتا رہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے بجائے پکڑ کے نعمتیں مل رہی ہیں تو یہ نعمتیں نہیں، بلکہ اُسے اللہ عزوجل نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ جتنی عیش کرنا چاہتا ہے کرلے، روزِ قیامت بچ نہیں پائے گا۔ رات دن دولت کمانے میں لگے رہنے والے اب مسجدوں، خانقاہوں میں بھی کبھی آتے ہیں تو محض دولت دُنیا اور عیش وآرام کی فکر لے کر۔ کس قدر محرومی ہے!! خدا تعالیٰ آخرت کی فکر کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محرم وصفر میں شادی نہ کرنا اور سوگ منانا

آج کل مسلمانوں میں ماہِ محرم میں جو رُسوم وبدعات وخرافات مروّج ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ مہینہ سوگ اور غمی کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں شادی بیاہ نہ کیے جائیں۔ یہ بات یاد رہے کہ اسلام میں کسی بھی میت کا تین دن سے زیادہ غم منانا ناجائز ہے۔ لہٰذا اِن ایام میں شادی یا خوشی منانے کو برا سمجھنا گناہ ہے۔ نکاح سال کے کسی دِن میں منع نہیں، خواہ محرم ہو یا صفر یا اور کوئی مہینہ یا دن۔

اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ

1- بعض اہلِ سنت و جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

2- دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے۔ 3- ماہِ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے۔

4- اِن ایام میں سوائے امامِ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے کسی اور کی نیاز و فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

تو آپ علیہ الرحمہ نے جواب میں فرمایا:

"پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام اور چوتھی بات جہالت۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے"۔ (احکامِ شریعت ۱/۱۲۷)

دراصل محرم میں غم منانا، سوگ کرنا رافضیوں اور شیعوں کا کام ہے اور خوشی منانا خارجیوں کا شیوہ اور نیاز و فاتحہ دلانا، نفل پڑھنا، روزے رکھنا مسلمانوں کا کام ہے۔

یوں ہی محرم میں تعزیہ داری کرنا، مصنوعی کربلائیں بنانا، ان میں میلے لگانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ وہابی، دیوبندی فرقے کے لوگ اِن سب اُمور کو شرک اور کرنے والوں کو مشرک اور اِسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ یہ اُن کی زیادتی ہے، لیکن علمائے اہلِ سنت اِن اُمور کو ناجائز و گناہ بتاتے اور ایسا کرنے والوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ گناہ گار ہیں۔

بیوہ عورتوں کے نکاح کو برا سمجھنا

بیوہ عورت کے لیے اِسلام میں نکاح اجازت ہے۔ اگر ایسا کرنا لوگوں کی بدنیتی، بدنگاہی، فاسد اِرادوں اور بدکاری سے بچنے کی نیت سے ہو تو بلاشبہ باعث اجر وثواب بھی ہے، لیکن نکاح کرنے پر بلاوجہ کسی عورت پر لعن وطعن کرنا اُس کو برا کہنا یا بیوہ عورت کو منحوس خیال کرنا سب گناہ ہے۔

عجب بات ہے کہ جو لوگ بیوہ عورت یا کسی اُدھیڑ عمر کے نکاح کرنے یا کسی مرد کے ایک سے زیادہ نکاح کرنے کو برا جانتے اور اُنھیں ملامت کرتے ہیں اُنھیں آج کل کے ماحول میں ہوٹلوں، کلب گھروں، رنڈی خانوں میں عیاشی اور بدکاری کرنے والے مردوں اور عورتوں کی کثرت کے باوجود کوئی کچھ نہیں کہتا، بلکہ وہ نیتا، قائد اور بڑے آدمی کہلائے جارہے ہیں۔ یہ سب جہالت اور اِسلام سے دوری کے نتائج ہیں۔ نکاح شرعی جتنے زیادہ ہوں اُتنا بہتر کیوں کہ نکاح بدکاری کو مٹاتا ہے، زنا اور زنا کاروں کے راستے بند کرتا ہے۔ افسوس! آج کل لینے دینے، لمبی لمبی باراتوں، جہیز کی زیادتی اور ریت رواج کی کثرت سے نکاح، شادیاں مشکل ہوگئی ہیں۔ اسی لیے بدکاری و زنا کاری بڑھ رہی ہے۔ نکاح کو آسان

کروتا کہ بدکاری مٹ جائے۔

لڑکیوں کو ماں باپ کے ترکے سے محروم کرنا

اسلام میں جس طرح ماں باپ کی جائداد میں اُن کے مرنے کے بعد بیٹوں کا حق ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق ہے۔ بیٹیوں کا حصہ بیٹوں سے آدھا رکھا گیا ہے۔ یعنی اگر کسی کا ایک لڑکا ہو اور ایک لڑکی تو اس جائداد کے تین حصے کر کے دو بیٹے کو اور ایک بیٹی کو دیا جائے گا۔ یہ وراثت میں حصہ دینا اتنا ضروری ہے کہ اُن کے معاف کیے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔ وہ بھائی زندگی بھر بہنوں کی حق تلفی کا شکار رہتے ہیں جو باپ کی جائداد خود ہی بانٹ کر کھا جاتے ہیں۔

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شادی کے موقع پر لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے اور بارات کو کھانا کھلایا جاتا ہے اُس سے لڑکیوں کا حصہ ادا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑی جہالت ہے۔ اگر بارات کے موقع پر کروڑوں رُوپے خرچ کر دیے جائیں تب بھی اس کے حصے سے ایک پیسہ ادا نہ ہوگا۔

اسلام میں شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی اور لڑکی والوں پر کچھ بھی فرض و واجب نہیں۔ بارات کو کھلانا ٹھہرانا، جوڑے، گھوڑے، بھات، چھوچھک یہاں تک کہ جہیز دینا بھی کوئی امر لازم نہیں، بلکہ اس موقع پر بھی لڑکے کے اُوپر مہر رکھا گیا ہے جو اس کے لیے نقد ہی دے دینا زیادہ بہتر ہے مگر افسوس کہ مہر تو اب صرف کاغذوں تک رہ گیا۔ اُلٹا لڑکی والوں کو ستایا جاتا ہے اور لمبی لمبی باراتیں لے کر اُن کے گھروں پر چڑھائی کی جاتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق شادیوں کے فضول اخراجات اور لمبے چوڑے جہیز ختم کر کے اگر بیٹیوں کو باپ کی جائداد سے شرعی حصے اور شوہروں سے ان کو مہر کی رقمیں دلائی جانے لگیں تو آج دنیا چین اور سکون کا گہوارہ بن جائے، کروڑوں انسانوں کو راحت مل جائے۔ آج ارکانِ حکومت بھی جہیز کے بڑھتے ہوئے رواج اور اس کی وجہ سے ستائی جانے والی لڑکیوں کے بڑھتے ہوئے واقعات سے پریشان ہیں اور جہیز مخالف قوانین بنا رہے ہیں لیکن بالکل ناکام ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جہیز کی مخالفت تو کر رہے ہیں لیکن لڑکیوں کو باپ کی میراث سے حصہ دلانے کے معاملے میں خاموش ہیں۔ جہیز کی زیادتی پر اس وقت تک قابو نہیں پایا جا سکتا جب تک لڑکیوں کو میراثِ پدر سے حصے نہ دلوائے جائیں۔

اسی طرح عورتوں سے عیاشی کرنے والے، انھیں ہوٹلوں، کلبوں کی زینت بنانے والے انھیں اپنے گھروں کی زینت بنائیں یعنی خود اُن سے نکاح کریں یا کسی سے کروائیں نیز امیر و رئیس لوگ جو نفقات پر قادر ہوں ایک سے زیادہ چار تک نکاح کریں تو عورت کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔ تعدد ازواج کا یہ رواج اگر قائم ہو جائے تو اِس سے عورت ذات کی اہمیت بڑھے گی، گھٹے گی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑھتے ہوئے جہیز کی مصیبت سے نجات دلانے کے لیے اسلامی نقطہ نظر سے یہ دو باتیں نہایت مددگار ہیں: ایک لڑکیوں کو باپ کی میراث سے حصہ دینا۔ دوسرے امیر و رئیس لوگوں کا بجائے عیاشی و زناکاری کے ایک سے زیادہ نکاح کرنا۔

مَردوں کا ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا

شریعت اسلامی کی رُو سے مرد کو چاندی کی صرف ایک نگ والی ایک انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو۔ اس کے علاوہ مَرد کے لیے کوئی زیور حلال نہیں۔ ایک سے زیادہ انگوٹھی یا کوئی زیور کسی بھی دھات کا ہو سب گناہ و ناجائز ہے۔ مگر آج کل عوام اور بعض جاہل نام نہاد صوفیوں اور مخالف اسلام پیروں نے زیادہ سے زیادہ انگوٹھی پہننے کو بہ زعم خویش فقیری و تصوف سمجھ رکھا ہے۔ یہ ایک چاندی کی شرعی انگوٹھی سے زیادہ انگوٹھیاں پہننے والے خواہ وہ سونے کی ہوں یا چاندی کی یا اور کسی دھات کی؛ سب کے سب حرام کار ہیں۔ یہ اِس لائق بالکل نہیں کہ اِنھیں پیر بنایا جائے۔

ہمارے کچھ بھائی تانبے، پیتل اور لوہے کے چھلے پہنتے ہیں اور ان سے درد وغیرہ کسی بیماری کی شفا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ علاج کے طور پر بھی کسی قسم کے چھلے وغیرہ پہننا جائز نہیں ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۱۰/۱۵)

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چھلہ یا انگوٹھی ہم مکہ، مدینہ یا اجمیر سے لائے ہیں۔ اگر وہ خلافِ شرع ہے تو مکے، مدینے، اجمیر کے بازار میں بکنے سے حلال نہیں ہو جائے گی، کیوں کہ بھائیو! آپ تو آج وہاں کے بازاروں سے لائے ہیں اور یہ ناجائز ہونے کا حکم چودہ سو سال قبل وہیں سے آچکا ہے۔

لڑکوں کی شادی میں بجائے ولیمہ منڈھیا کرنا

لڑکے کی شادی میں زفاف یعنی بیوی اور شوہر کے جمع ہونے کے بعد صبح کو اپنی بساط کے مطابق مسلمانوں کو جو کھانا کھلایا جائے اُسے ولیمہ کہتے ہیں اور یہ سیّد عالم ﷺ کی مبارک سنت ہے۔ بہ کثرت

احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ سرکار ﷺ نے خود بھی ولیمے کیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا، مگر آج کل کافی لوگ شادی سے پہلے دعوتیں کر کے کھانا کھلاتے ہیں جس کو منڈھیا (مثلاً پاکستان میں تیل مہندی، مایوں وغیرہ کی رسمیں) کہا جاتا ہے۔ ولیمہ نہ کرنا اُس کی جگہ منڈھیا کرنا خلافِ سنت ہے، مگر لوگ رسم ورواج پر اَڑے ہوئے ہیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی یا ناواقفیت کی بنیاد پر رسولِ کریم ﷺ کی اس مبارک اور پیاری سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اسلام کے ہر قانون میں اَن گنت مصلحتیں ہیں۔ منڈھیا ممنوع اور ولیمہ سنت ہونے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر نکاح سے پہلے ہی کھانا کھلا دیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی وجہ سے نکاح نہ ہونے پائے اور اکثر ایسا ہو بھی جاتا ہے تو اُس صورت میں نکاح سے پہلے کے تمام اخراجات بے مقصد اور بوجھ بن کر رہ جائیں گے۔

لوٹے یا گلاس کو پانچ اُنگلیوں سے پکڑنا

پانی سے بھرے لوٹے یا برتن کو پانچ انگلیوں سے پکڑنے کو برا جانا جاتا اور مکروہ خیال کیا جاتا ہے حالاں کہ یہ محض ایک جاہلانہ خیال ہے۔ پانچ انگلیوں سے اگر لوٹے کو پکڑ لیا جائے تو اس سے پانی میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

دُودھ پیتے بچوں کا پیشاب

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ دودھ پیتے بچوں کا پیشاب پاک ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ انسان کا پیشاب مطلقاً ناپاک ہے، خواہ وہ دودھ پیتے بچوں کا ہو یا بڑوں کا۔ (ملخص از فتاویٰ رضویہ ۲/۱۴۶)

دَوا کھانے، پینے سے قبل بِسْمِ اللّٰہِ نہ پڑھنا

کچھ لوگ بسم اللہ شریف کو دوا کھانے سے پہلے اس لیے نہیں پڑھتے کہ یہ تو کسی کام میں برکت کے لیے پڑھی جاتی ہے تو کہیں دوا کھانے کے عمل میں بھی برکت ہی نہ پڑ جائے۔ یہ کیسی سخت حماقت ہے! بلکہ دوا لینے سے قبل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خصوصاً پڑھنی چاہیے تا کہ نامِ خدا کی برکت دوا میں شامل ہو جائے اور دوا کا مقصد یعنی شفا جلد سے جلد حاصل ہو۔

امریکن گائے کا شرعی حکم

امریکن گائے کے بارے میں کافی لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں جب کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکن گائے بھی دوسری گایوں کی طرح گائے ہی ہے، اِس لیے اس کا کھانا حلال اور اس کے دُودھ، گھی کا اِستعمال جائز ہے۔

حلال جانوروں کے پیشاب کی چھینٹوں کا حکم

بہت سے لوگ حلال جانوروں کی چھینٹے اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائیں تو خود کو ناپاک خیال کر لیتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دھونے یا کپڑے بدلنے کا موقع نہ ملے تو نماز چھوڑ دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بیلوں کا گوبر، پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے، کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اس سے زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی مجبوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲/۱۶۱)

حالاں کہ حلال جانور مثلاً گائے، بھینس، بیل، بکری کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ کپڑے یا بدن کے کسی عضو کا جب تک چوتھائی حصہ اس میں ملوث نہ ہو نماز پڑھی جا سکتی ہے اور معمولی چھینٹے جو عام طور پر کسانوں کے کپڑوں اور بدن پر پڑ جاتے ہیں جن سے بچنا نہایت مشکل ہے ان کے ساتھ تو بلا کراہت نماز جائز ہے۔ نماز چھوڑنے کا حکم تو کسی صورت میں نہیں خواہ بحالت مجبوری نجاست کیسی اور کتنی ہی ہو اور دھونے اور بدلنے کی کوئی صورت نہ ہو تو یوں ہی نماز پڑھی جائے گی۔

حیض ونفاس والی عورت کو منحوس سمجھنا

بعض جگہ زچہ اور ماہواری میں عورتوں کے برتن ناپاک خیال کر کے الگ کر دیے جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے جوٹھے کو برا جانا جاتا ہے۔ یہ سب ہندوؤں کے کام ہیں۔ ایسی فضول باتوں سے احتیاط لازم ہے۔ صرف اس حالت میں مرد کا اپنی عورت سے ہم بستری کرنا حرام ہے۔

نفاس کی مدت

اکثر عورتوں میں یہ رواج ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک چلہ پورا نہ ہوجائے خون آنا بند ہوگیا ہو نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں اور نہ اپنے کو نماز کے لائق جانیں۔ یہ محض جہالت ہے۔ جب نفاس یعنی خون آنا بند ہوجائے اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اور اگر نہانا نقصان دہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھیں۔

اوجھڑی کھانا

اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ۔ (الاعراف:۱۵۷)

"اور وہ نبی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے"۔

"خبائث" سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے کھانے سے سلیم الطبع لوگوں کو گھن آئے۔ ایسے لوگ آنتیں وغیرہ کھانے کو مکروہ جانتے ہیں، کیوں کہ یہ گندی چیزیں ہیں۔ لہٰذا ان کا کھانا بھی جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ رضویہ" (جدید ۲۳۴-۲۴۱/۲۰) میں حلال جانوروں کے اُن 22 اجزا کا ذکر کیا ہے، جن کا کھانا حرام ہے۔

ہاتھ اُٹھا کر یا صرف اِشارے سے سلام کا جواب دینا

سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں آج کل بغیر منہ سے جواب دیے صرف ہاتھ سے اِشارہ کر دینا یا تھوڑا سا سر ہلا دینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح سلام کرنے سے سلام کی سنت ادا نہیں ہوتی اور اگر کسی نے سلام کیا اور اُس کے جواب میں صرف اِشارہ کیا، منہ سے وعلیکم السلام یا وعلیک السلام نہ کہا تو گنہ گار بھی ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بندگی آداب، تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں اور صرف ہاتھ اُٹھا دینا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔" (فتاویٰ رضویہ ۱۶۸/۱۰)

اولیاء اللہ کی تصویریں گھروں میں رکھنا

آج کل بزرگانِ دین کی جھوٹی اور خیالی تصویریں گھروں، دکانوں میں رکھنے کا بھی رواج ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے پیروں یا دوسرے بزرگوں کی تصویریں فریم میں لگا کر گھروں میں سجا رکھتے ہیں اور ان پر مالائیں ڈالتے، اگربتیاں سلگاتے ہیں۔ بعض جاہل ان کے سامنے مشرکوں، بت پرستوں کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ اُمور سخت ترین حرام بلکہ کفر انجام ہیں اور یہ ہاتھ باندھ کر تصویر کے سامنے کھڑا ہونا، اُن پر پھول اور مالائیں ڈالنا؛ یہ کافروں کا کام ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہی ہوئی کہ اچھے اور نیک لوگوں کی محبت میں اُن کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھ لیں، دھیرے دھیرے وہی معبود ہوگئیں۔" (فتاویٰ رضویہ ۳۷/۱۰)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ "وَدّ"، "سُواع"، "یغوث"، "یعوق" اور "نسر" جن کی مشرکین پرستش کرتے تھے اور اُن کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی آیا ہے یہ سب قومِ نوح کے نیک لوگ تھے۔ ان کے وصال ہوجانے کے بعد قوم نے ان کے مجسمے بنا کر اپنی نشست گاہوں میں رکھ لیے اس وقت صرف محبت میں ایسا کیا گیا تھا لیکن بعد کے لوگوں نے ان کی عبادت اور پرستش شروع کردی۔

ماہِ صفر کا آخری بدھ

بعض جگہ صفر کے مہینے کے آخری بدھ (آخری چہار شنبہ) کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس روز حضور ﷺ نے مرض سے شفا پائی تھی لہٰذا اس دن خوشی مناتے ہیں، کھانے شیرینی وغیرہ کھاتے کھلاتے ہیں، باغات اور پارکوں کی سیر کو جاتے ہیں اور کہیں پر لوگ اس کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ برتن توڑ ڈالتے ہیں حالاں کہ یہ سب فضول کام ہیں، نہ اس دن حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے مرض سے صحت یابی کا کوئی ثبوت ہے اور اس دن کو منحوس خیال کر کے برتنوں کو توڑنا فضول خرچی اور گناہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۱۱۷/۱۰)

تین طلاقوں کا رواج

آج کل کئی مرد حضرات جذبات میں آ کر اپنی عورتوں کو تین تین یا اس سے زیادہ طلاقیں دے ڈالتے ہیں اور پھر صلح وصفائی یا حلالے کی سزا سے بچنے کے لیے اُلٹے سیدھے حل تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

کاش! یہ لوگ طلاق سے قبل علما سے مشورہ کر لیں تو یہ نوبت ہی نہ آئے۔ تین طلاقیں بیک وقت دینا گناہ ہے۔ طلاق کا مقصد صرف یہ ہے کہ بیوی کو اپنے نکاح سے باہر کر کے دوسرے کے لیے حلال کرنا کہ عدت کے بعد وہ کسی اور سے نکاح کر سکے۔ تو یہ مقصد صرف ایک طلاق یا دو سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک طلاق دے کر اس کو عدت گزارنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اور عدت کے اندر اس کو ایک اجنبی اور غیر عورت کی طرح رکھا جائے اور زبان سے بھی رجوع نہ کیا جائے تو بعد عدت وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اس پہلے کے نکاح میں بھی بغیر حلالے کے صرف نکاح کرنے سے واپس آ سکتی ہے اور تین طلاقوں کے وبال سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ بوقت ضرورت طلاق اِسلام میں جائز ہے، کیوں کہ میاں بیوی کا رشتہ کوئی پیدائشی، خونی اور فطری رشتہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تعلق عموماً جوانی میں قائم ہوتا ہے اور یہ محبت کوئی نسبی یا خونی محبت نہیں ہوتی، بلکہ نکاح کے بعد ہی قائم ہوتی ہے، تو یہ ضروری نہیں کہ یہ محبت ہمیشہ کے لیے قائم رہے، بلکہ مزاج اپنے اپنے، عادتیں اپنی اپنی، طور طریقے اپنے اپنے، خیالات ورُجحانات الگ الگ ہونے کی صورت میں بجائے محبت کے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا نہایت مشکل بلکہ کبھی کبھی ناممکن ہو جاتا ہے اور نوبت رات، دن کے جھگڑوں، مار پیٹ حتی کہ قتل وخون ریزی تک آ جاتی ہے۔ بیوی شوہر کی اور شوہر بیوی کا جانی دشمن بن جاتا ہے تو اِن حالات سے بچنے کے لیے اِسلام میں طلاق رکھی گئی ہے کہ لڑائیوں، جھگڑوں، نفرتوں اور معرکہ آرائیوں کے بجائے صلح وصفائی اور حسن وخوبی کے ساتھ اپنا اپنا راستہ الگ کر لیا جائے۔

اسی لیے جن مذہبوں میں طلاق نہیں ہے یعنی جو جس کے ساتھ بندھ گیا وہ ہمیشہ کے لیے بندھا ہی رہے گا، جان چھڑانے کا کوئی راستہ نہیں۔ ان میں عورتوں کے قتل تک کر دیے جاتے ہیں یا زندگی چین وسکون کے بجائے عذاب بنی رہتی ہے۔ آج عورتوں کی ہمدردی کے نام پر ایسے ایسے قانون بنائے جا رہے ہیں جن کی رُو سے طلاق کا وجود ہی مٹ جائے۔ یہ لوگ عورتوں کے ساتھ ہمدردی نہیں بلکہ ان کا قتل ہے۔ آج عورتوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا جا رہا ہے، یہ مٹی کا تیل بدن پر ڈال کر اُن کو

جلانا، پانی میں ڈبو دینا، زہریلی گولیاں کھلا کر ان کو مار دینا وغیرہا ایذا رسانی کے ہولناک واقعات کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جو کسی صورت طلاق کے روادار نہیں اور جب سے ہر حال میں طلاق کو عیب اور برا جاننے کا رواج بڑھا تبھی سے یہ دردناک واقعات کی شرح بڑھ گئی۔

مزارات پر خرافات اور حاضری کا صحیح طریقہ

عورتوں کو تو مزارات پر جانے کی اجازت نہیں ہے، مردوں کے لیے اجازت ہے، مگر ان باتوں سے پرہیز کرے:

1- پیشانی زمین پر رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ یہ اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں۔ کسی انسان کو اُس کی زندگی میں یا بعد وصال سجدہ کرنا حرام ہے۔ کچھ لوگ مزارات پر ناک اور پیشانی رگڑتے ہیں۔ یہ قطعاً حرام ہے۔

2- مزار کا طواف کرنا یعنی اس کے گرد مثل خانۂ کعبہ کے چکر لگانا بھی ناجائز ہے۔

3- مزار کو بوسہ دینا اور چھونا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۹/۷-۵۲٦،احکام شریعت صفحہ ۲۳٤)

صحیح طریقہ یہ ہے کہ باادب ہاتھ باندھے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو کر فاتحہ وغیرہ پڑھے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرے۔

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ سجدہ بغیر اس کی نیت کے اور کعبے کی طرف منہ کیے بغیر نہیں ہوتا۔ یہ بھی غلط خیال ہے۔ سجدے میں جس کی تعظیم یا عبادت کی نیت ہوگی اُس کو سجدہ مانا جائے گا اگرچہ منہ کسی طرف ہو۔ اور جو سجدہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔ یوں ہی بقدرِ رکوع جھکنا بھی منع ہے۔

پنج وقتہ نماز سے غفلت اور وظیفوں کی کثرت

کافی لوگ دیکھے گئے ہیں کہ وہ نمازوں کا خیال نہیں رکھتے اور پڑھتے بھی ہیں تو وقت گزار کر جلدی جلدی یا بغیر جماعت کے اور لگے رہتے ہیں وظیفوں اور تسبیحوں میں۔ ان کے وظیفے کیوں نہ ان کے منہ پر مارے جائیں کہ جس کے فرض پورے نہ ہوں اُس کا کوئی نفل قبول نہیں۔ اِسلام میں سب سے بڑا وظیفہ اور عمل نماز باجماعت کی ادائیگی ہے۔

صلعم، ؐ، ؒ وغیرہ لکھنا

حضور سیّد عالم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی "محمد" (ﷺ) کے آگے بجائے دُرود شریف کے صرف "صلعم"، یا "ؐ"، لکھنا یا علیہ السلام کی جگہ "ؑ" لکھ دینا سخت محرومی اور اعلیٰ درجے کی کم نصیبی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس نے سب سے پہلے دُرود شریف کا ایسا اختصار کیا اُس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

امام طحطاوی علیہ الرحمہ نے "حاشیہ درّ مختار" میں اِسے کفر تک فرمایا اور واقعی اگر قصداً اِستخفافِ شان ہو تو کفر ہے۔

یوں ہی صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے ناموں کے ساتھ بجائے رضی اللہ عنہ کے خالی "ؓ" بنانا بھی منع ہے اور یہ خیر و برکت سے دُوری ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاویٰ رضویہ ٤/٥٤۔

کیا سور کا نام لینے سے زبان ناپاک ہو جاتی ہے؟

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ سور کا نام لینے سے زبان ناپاک ہو جاتی ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے پھر چالیس مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے سے زبان پاک ہوتی ہے۔ یہ سراسر غلط نظریہ ہے۔ سور کا نام (عربی میں: خنزیر) تو قرآنِ کریم میں بھی کئی مرتبہ آیا ہے، تو کیا قرآن میں ایسا لفظ آ سکتا ہے کہ جس کے محض بولنے سے زبان ناپاک ہو جائے!! لہٰذا چاہے اُردو میں سور یا عربی میں خنزیر بولا جائے نہ زبان ناپاک ہوتی ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے۔ اگرچہ یہ نجس العین ہے، مگر اس کے بولنے سے ایسا کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔

زکوٰۃ سے متعلق کچھ غلط فہمیاں

بعض لوگ یوں ہی فقیروں، مسکینوں، مسجدوں، مدرسوں کی اِمداد کرتے رہتے ہیں اور باقاعدہ زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ زکوٰۃ نکالیے تو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں ہم ایسے ہی کافی کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اُن کی سخت غلط فہمی ہے۔ آپ ہزاروں روپے راہِ خدا میں خرچ کر دیں، لیکن جب تک مال کی مخصوص زکوٰۃ بہ نیت زکوٰۃ ادا نہیں کی جائے گی فرض آپ کے ذمے باقی رہے گا۔ اور یہ تمام اخراجات جو راہِ خدا ہی کے لیے ہیں زکوٰۃ نہ نکالنے کے عذاب و وبال سے آپ

کو بچا نہیں سکیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں جس کے سر پر دو چٹیاں ہوں گی اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑ کر کہے گا کہ مَیں تیرا مال ہوں، مَیں تیرا خزانہ ہوں۔

برادرانِ اِسلام! زکوٰۃ دینِ اِسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ پھر یہ کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے جتنے طریقے ہیں اُن میں سب سے اوّل زکوٰۃ ہے، لہٰذا باضابطہ زکوٰۃ نکالی جائے۔ نیاز، نذر اور فاتحائیں وغیرہ بھی اُسی مال سے کی جائیں جس کی زکوٰۃ اَدا کی گئی ہو۔ اپنی زکوٰۃ خود کھاتے رہنا اور صدقات و خیرات کرنے والے بنا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ مسائل زکوٰۃ علما سے معلوم کیے جائیں اور اسے صحیح ترین مصرف پر خرچ کیا جائے۔

شرعِ پیمبری مہر مقرر کرنا

بعض جگہ نکاح میں مہر شرعِ پیمبری مقرر کیا جاتا ہے اور اِس سے اُن کی مراد چونسٹھ روپیہ اور دس آنے ہوتی ہے یا کوئی اور رقم۔ یہ سب بے اصل باتیں ہیں۔ پیغمبرِ اعظم ﷺ کی شریعت میں مہر میں زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جتنے پر دونوں فریق متفق ہو جائیں وہی مہر شرعِ پیمبری ہے۔ ہاں! کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم یعنی تقریباً دو تولے تیرہ ماشے بھر چاندی ہے، اس سے کم مہر صحیح نہیں۔ اگر باندھا گیا تو مہرِ مثل لازم آئے گا۔

بعض لوگ مہر شرعِ پیمبری سے سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عقد مبارک کا مہر خیال کرتے ہیں حالاں کہ خاتونِ جنت کے نکاح مبارک کا مہر چار سو مثقال یعنی ڈیڑھ سو تولے چاندی تھا۔

اِیجاب وقبول کے بعد خطبہ پڑھنا

یہ رواج بھی غلط ہے۔ سنت یہ ہے کہ خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے پڑھا جائے۔

خطبہ جمعہ میں اُردو اشعار پڑھنا

خطبہ جمعہ صرف عربی زبان میں پڑھنا سنت ہے۔ اُردو اشعار اگر پڑھنے ہوں تو وہ خطبہ کی اذان سے پہلے تقریر کے دوران پڑھ لیے جائیں۔ دوسری اذان کے بعد عربی کے علاوہ اور کسی زبان میں

خطبہ دینا خلافِ سنت متوارثہ ہے۔

اَولاد کو عاق کرنا

بعض لوگ اپنی اولاد کے بارے میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ "میں نے اس کو عاق کر دیا"۔ اس کا مطلب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اب وہ عاق کی ہوئی اولاد باپ کے مرنے کے بعد اس کی میراث سے حصہ نہیں پائے گی۔ یہ ایک بے کار سی بات ہے۔ عاق کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے اور نہ باپ کے یہ لفظ بولنے سے اس کی اولاد جائداد میں حصے سے محروم ہوگی، بلکہ وہ بہ دستور باپ کی موت کے بعد اس کے ترکے میں شرعی حصے کی حق دار ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

عاق کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں نہ اِس سے ولایت زائل ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ۴۱۲/۵)

ہاں! ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو اِیذا دینا بڑا گناہ ہے۔ جس کے والدین اس سے ناخوش ہوں وہ دونوں جہاں میں عتاب و عذابِ اِلٰہی کا حق دار اور سخت محروم ہے۔

سالی اور بھاوج سے مذاق کرنا

بعض لوگ سالی اور بھاوج سے مذاق کرتے بلکہ اُسے اپنا حق خیال کرتے ہیں اور انہیں اس قسم کی باتوں سے روکا جائے تو کہتے ہیں کہ ہمارا رشتہ ہی ایسا ہے، حالاں کہ اسلام میں یہ مذاق حرام، سخت حرام، جہنم کا سامان ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان مخصوص معاملات کی باتیں خواہ کھلے الفاظ میں کہی جائیں یا اِشاروں کنایوں میں؛ سب بے ہودگی اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں جیٹھ، دیور اور بہنوئی سے پردہ کرنے کی سخت تاکید آئی ہے۔ اور مذاق کرنا جیسے مردوں کے لیے سالی اور بھاوج سے حرام ہے ویسے عورتوں کو بھی دیور اور بہنوئی سے حرام ہے۔

مانع حمل دواؤں یا لوپ وغیرہ کا اِستعمال

اِسلام میں نس بندی حرام ہے۔ نس بندی کا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل یعنی آپریشن وغیرہ کے ذریعے مرد یا عورت میں قوتِ تولید یعنی بچہ پیدا کرنے کی قدرتی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے بربنائے اندیشہ زنا

خصی ہونے کی اجازت چاہی تو حضور ﷺ نے اس سوال پر ان سے رُوگردانی فرمائی اور ناراضگی کا اِظہار کیا۔

نس بندی کے حرام ہونے کی چند عقلی وجوہ یہ ہو سکتی ہیں کہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ والدین نس بندی کرا بیٹھیں اور موجود اولاد فوت ہو جائے تو پھر ہمیشہ کے لیے اولاد سے محرومی ہاتھ آئے گی۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ عورت نے نس بندی کرائی اور اُس کے شوہر کا اِنتقال ہو گیا یا طلاق ہو گئی۔ اب اُس عورت نے دوسری شادی کی اور دوسرا شوہر اپنی اولاد کا خواہش مند ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرد نے نس بندی کرائی۔ اب اُس کی عورت فوت ہو گئی یا طلاق ہو گئی۔ اب وہ دوسری شادی کرتا ہے تو نئی بیوی اولاد کی خواہش مند ہو۔ البتہ عارضی طور پر بچوں کی ولادت روکنے کے ذرائع و وسائل مثلاً دوائیں، لوپ، نرودھ وغیرہ مطلقاً حرام نہیں۔ اس میں بھی بڑی حکمت ہے، کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورت کی صحت اتنی خراب ہے کہ وہ ولادت کی متحمل نہیں ہو سکتی، بلکہ کبھی کبھی بعض عورتوں کے بچے صرف آپریشن سے ہی ہو پاتے ہیں اور دو تین بچوں کی ولادت کے بعد ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ آئندہ آپریشن میں سخت خطرہ ہے تو عارضی طور پر مانع حمل ذرائع کا استعمال گناہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نزولِ قرآن کے زمانے میں "عزل" کرتے تھے۔ یعنی اِنزال کے وقت عورت سے علٰحدہ ہو جاتے تھے۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

"عزل" سے متعلق اور بھی احادیث ہیں جن سے اس کی اِجازت کا پتہ چلتا ہے۔ جن کی روشنی میں علما کا کہنا ہے کہ بیوی سے اُس کی اِجازت کے بغیر یعنی اُس کی مرضی کے خلاف ایسا نہ کرے کیوں کہ اس میں اُس کی حق تلفی ہے جب کہ وہ آزاد عورت ہو، باندی و کنیز نہ ہو۔

حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کسی جائز مقصد کے پیشِ نظر وقتی طور پر ضبطِ تولید کے لیے کوئی دوا یا ربڑ کی تھیلی استعمال کرنا جائز ہے، لیکن کسی عمل سے ہمیشہ کے لیے قوتِ تولید کو ختم کر دینا کسی طرح جائز نہیں"۔ (فتاویٰ فیض الرسول ۲/ ۵۸۰)

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بلا مقصد ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

نس بندی کرانے والے کی امامت کا حکم

کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس نے نس بندی کرالی اب وہ زندگی بھر نماز نہیں پڑھا سکتا حالاں کہ ایسا نہیں، بلکہ اِسلام میں جس طرح اور گناہوں کی توبہ ہے اُسی طرح اس گناہ کی بھی توبہ ہے۔ یعنی جس کی نس بندی ہو چکی ہے اگر وہ صدق دل سے علانیہ توبہ کرے اور حرام کاریوں سے باز رہے تو اُس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ۱/۲۷۷)

بول چال میں کفریہ کلمات کا اِستعمال

اکثر لوگ روزمرہ کی گفتگو میں کئی کئی کلماتِ کفر کہہ دیتے ہی۔ گویا ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ یادرہے کہ ہر گناہ کی بخشش ہے، لیکن اگر جان بوجھ کر کفر بک دیا تو بخشش و مغفرت اور جنت میں جانے کی کوئی صورت نہیں، بلکہ ہمیشہ جہنم میں جلنا پڑے گا۔

حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''شام کو آدمی مؤمن ہوگا تو سویرے کافر اور صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر۔''

کلماتِ کفر کتنے ہیں اور کس کس بات سے کفر لازم آتا ہے۔ اِس سب کو بیان کرنا تو امرِ محال ہے، مگر ہم اپنے عوام بھائیوں کے لیے چند ہدایات لکھے دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اُن پر عمل کرنے سے ایمان سلامت رہے گا۔

1- آپ باادب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، فرشتے، خانہ کعبہ، مساجد، قرآنِ کریم، دینی کتابیں، بزرگانِ دین، علمائے کرام، والدین؛ ان سب کا ادب، تعظیم اور محبت دِل میں بٹھالیں۔ باادب اِنسان کا دل کھرے کھوٹے کو پرکھنے کا ترازو بن جاتا ہے کہ نہ خود اس کے منھ سے غلط بات نکلتی ہے اور اگر کوئی دوسرا بکے تو اس کو ناگوار گزرتی ہے۔ اِسی لیے کہتے ہیں کہ ''اَن پڑھ باادب اچھا ہے پڑھے لکھے بے ادب سے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ (الحج:۳۲)

''جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے''۔

2- ہنسی، مذاق، تفریح و دل لگی کی عادت مت بنائیں اور کبھی ہو تو اس میں دینی و مذہبی باتوں کو مت لائیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ، اُس کی ذات و صفات، انبیائے کرام، ملائکہ، جنت و دوزخ، عذاب و

ثواب، نماز، روزہ وغیرہ احکامِ شرع کا ذکر ہنسی تفریح میں ہرگز مت لائیں ورنہ ایمان کے لیے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ شعائرِ الٰہیہ کے ساتھ مذاق و استہزا کفر ہے۔

3- بعض لوگ اس قسم کی باتیں سب کو خوش کرنے کے لیے بول دیتے ہیں جن کا بولنا اور بہ رضا و خوشی سننا کفر ہے۔ ان لوگوں اور ایسی باتیں کرنے والوں سے دُور رہنا ضروری ہے۔ مثلاً سب مذہب ایک جیسے ہیں۔ خدمتِ خلق ہی دین و ایمان ہے۔ وطن پہلے ہے مذہب بعد میں۔ ہم پہلے فلاں ملک کے باشی ہیں مسلمان بعد میں۔ رام رحیم دونوں ایک ہیں۔ وید و قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ مسجد و مندر دونوں خدا کے گھر ہیں یا دونوں جگہ خدا ملتا ہے۔ نماز پڑھنا فارغ لوگوں کا کام ہے۔ روزہ وہ رکھے جس کو کھانا نہ ملے۔ نماز پڑھنا نہ پڑھنا سب برابر ہے، ہم نے بہت پڑھ لی کچھ نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب کلمات خالص کفر، غیر اسلامی، کافروں کی بولیاں ہیں جن کو بولنے سے آدمی کافر، اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ سیاسی لوگ اکثر اس قسم کی باتیں ووٹ لینے کے لیے بکتے ہیں، لیکن اپنا ایمان بیچ کر بھی اُنھیں ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

4- مسلمانوں میں جو نئے نئے فرقے اُٹھ رہے ہیں ان سے دُور رہنا نہایت ضروری ہے، یہ ایمان و عقیدے کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں مذہب اہل سنت، بزرگوں کے طریقے پر قائم رہنا ایمان و عقیدے کی حفاظت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اور مذہب اہل سنت کی صحیح ترجمانی اس دَور میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔ اُن کی تعلیمات عین اسلام ہیں۔

فلمی گانوں میں کفریات

آج کل اِسلام دُشمن طاقتیں فلموں اور گانوں کے ذریعے مسلمانوں کو کافر بنانے اور ان کے ایمان وعقیدے کو تباہ کرنے کی منظم سازشیں کر رہی ہیں۔ فلم کی مزیداریوں اور گانوں کی لطف اندوزی کے سہارے بڑے بڑے کڑوے گھونٹ مسلم نسلوں کی گھانٹی سے اُتارے جا رہے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ آج کل فلموں، ٹیلی ویژنوں کے ذریعے کفار اپنے دھرموں کا پرچار کر رہے ہیں۔ ذیل میں ہم چند فلمی گانوں کے وہ اشعار قلم بند کر رہے ہیں جن کا کفر ہونا اتنا ظاہر ہے کہ اس کے لیے کسی عالم یا مولانا صاحب سے پوچھنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے، بلکہ عام آدمی بھی جان سکتا ہے کہ یہ خالص کافرانہ

بکواسات ہیں:

؎ خدا بھی آسمان سے جب زمین پر دیکھتا ہوگا
مرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

؎ اب آگے جو بھی ہو انجام دیکھا جائے گا
خدا تراش لیا اور بندگی کر لی

؎ رب نے مجھ پر ستم کیا کیا ہے
سارے جہاں کا غم مجھے دے دیا ہے

اسی طرح اِن تمام اشعار میں بھی صریح توہین وکفر ہیں:

؎ جانے دل میں کب سے ہے تو   جب سے میں ہوں تب سے ہے تو
مجھ کو مرے رب کی قسم یارا   رب سے پہلے ہے تو

؎ تجھ کو دی صورت پری سی، دل نہیں تجھ کو دیا
ملتا خدا تو پوچھتا یہ ظلم تو نے کیوں کیا؟

؎ روپ یہ تیرا سیپ کا موتی یا آسمان کی دھول ہے
تو ہے قدرت کا کرشمہ یا خدا کی بھول ہے

؎ چاہا ہے تجھے چاہیں گے
تجھے اپنا خدا ہم بنائیں گے

؎ دل میں ہو تم، آنکھوں میں تم   بولو تمھیں کیسے چاہوں؟
پوجا کروں، سجدہ کروں   بولو تجھے کیسے چاہوں؟

؎ پتھر کے صنم تجھے ہم نے محبت کا خدا جانا
بڑی بھول ہوئی یہ کیا سمجھا یہ کیا جانا؟

؎ مانگ لوں گا میں خدا سے چرا لوں گا تجھے
تجھ سا موتی دوسرا اس کے خزانے میں نہیں

؎ ہر دُکھ کو گلے لگایا ہر مصیبت میں ساتھ نبھایا
کیا کروں تعریف فرصت سے رب نے انھیں بنایا

دُنیا بنانے والے دُنیا میں آکے دیکھ
صدمے ہے جو مَیں نے تو بھی اُٹھا کے دیکھ

؎ اے خدا! ان حسینوں کی پتلی کمر کیوں بنائی
تیرے پاس مٹی کم تھی یا تو نے رِشوت کھائی

؎ حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے
خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانیں

نئے سال کی مبارکبادیاں

مسلمانوں میں انگریزی سال کے پہلے دن یکم جنوری کو خوشیاں منانے، مٹھائیاں بانٹنے مبارکیں دینے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ اس موقع پر اور بھی طرح طرح کی فضول خرچیاں کی جاتی ہیں۔

یاد رہے! یکم جنوری ہو یا یکم اپریل (اپریل فول)، 25 دسمبر بڑا دن ہو یا گڈ فرائی ڈے؛ اِن سب کا اِسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب عیسائیوں کے تہواروں کے دِن ہیں اور وہی اِن دنوں میں خوشیاں مناتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے اسلامی تہوار منائیں اور اسلامی دنوں کو اہمیت دیں۔ عیسائیت نہ اپنائیں۔ ایسا نہ ہو کہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر خوشیاں منانے والے مسلمانوں کا حشر بھی عیسائیوں کے ساتھ ہو۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

''جو جس قوم کا طریقہ کار اپنائے وہ اُنہیں میں سے ہے''۔ (سنن ابوداود ۲/۲۰۳)

غیر ضروری سوالات کرنا

آج کل کئی لوگوں کو غیر ضروری سوالات کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ وہ بھی عمل واصلاح کی غرض سے نہیں ہوتے، بلکہ دوسروں کو عاجز کرنے یا اور کسی فاسد مقصد سے۔

ایک صاحب کو مَیں نے دیکھا کہ وہ مال دار ہونے کے باوجود کبھی قربانی نہیں کرتے تھے اور مولوی صاحب سے معلوم کر رہے تھے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کرنے کے لیے جو دُنبہ لایا گیا تھا وہ نر تھا یا مادہ اور اُس کا گوشت کس نے کھایا تھا؟ وہیں اُن جیسے دوسرے صاحب بولے کہ وہ دُنبہ

انڈو تھا یا خصی؟

ایک صاحب کو نماز یاد نہیں تھی اور وضو بھی ٹھیک سے کرنا نہیں جانتے تھے۔ انھیں جو مولانا صاحب ملتے وہ اُن سے یہ ضرور پوچھتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نانی کا نام کیا تھا؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

غرض اِس قسم کے غیر ضروری سوالات کرنے کا ماحول بن گیا ہے۔ عوام کو چاہیے کہ ایسی باتوں میں نہ پڑیں۔ نماز، روزہ وغیرہ احکامِ شرع کے مسائل سیکھیں، اِسلامی عقیدے معلوم کریں۔ جو بات قرآن و حدیث یا دیگر اِسلامی شواہد سے معلوم ہو جائے تو زیادہ کرید اور باریکی میں نہ پڑیں نہ بحث کریں۔ اگر عقل میں نہ آئے تو عقل کا قصور جانیں نہ معاذ اللہ قرآن و حدیث یا فقہاء و مجتہدین کا۔ یہی اصل علم ہے۔

اپنی چھوڑ کر دوسروں کی طرف سے قربانی کرنا

بعض صاحب نصاب حضرات جن پر قربانی واجب ہوتی ہے قربانی کے وقت اپنے نام کے بجائے اپنے ماں، باپ یا بزرگانِ دین کا نام لے کر اُن کی طرف سے قربانی کرتے ہیں حالاں کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ جس پر قربانی واجب ہے اُس کو چاہیے کہ پہلے اپنی طرف سے قربانی کرے ورنہ ترکِ قربانی پر گنہ گار ہوگا، پھر اگر وسعت ہے تو بزرگانِ دین یا اپنے ماں باپ کی طرف سے قربانی کرے۔

حضور سیّد عالم ﷺ کے نام کی قربانی کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ جسے توفیق ہو وہ اِس سعادتِ عظمیٰ سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھے۔

قوالی کا شرعی حکم

اسلامی بھائیو! آج کل بزرگانِ دین کے مزارات پر اُن کے اَعراس کا نام لے کر خوب موج مستیاں ہو رہی ہیں۔ بدمعاش، بدکردار لوگ اپنی رنگ رنگیلیوں، باجوں، تماشوں، عورتوں کی چھیڑ چھاڑ کے مزے اٹھانے کے لیے اللہ والوں کے مزاروں کو استعمال کر رہے ہیں۔ کاش! یہ لوگ موج مستیاں، یہ ڈھول، باجے، مزامیر کے ساتھ قوالیاں مزارات سے الگ کرتے اور عرس کا نام نہ لیتے تو کم از کم اِسلام اور اِسلام کے بزرگ بدنام نہ ہوتے۔

آج کفار و مشرکین یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ناچ، گانوں، تماشوں، باجوں اور بے پردہ عورتوں کو اسٹیجوں پر لا کر بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والا مذہب ہے۔

افسوس! اُنھوں نے غلط سمجھا۔ اِسلام ہرگز ہرگز ایسا دین نہیں ہے۔ اِسلام کا حکم تو یہ ہے کہ ''ڈھول، باجے، سارنگی، مزامیر وغیرہ آلاتِ موسیقی، تالیاں، رقص؛ سب حرام ہیں۔''

کچھ لوگ کہتے ہیں قوالی مع مزامیر چشتیہ سلسلے میں رائج اور جائز ہے۔ یہ بزرگانِ چشتیہ پر اُن کا صریح بہتان ہے، بلکہ اُن بزرگوں نے بھی مزامیر کے ساتھ قوالی سننے کو حرام فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ محبوبِ الٰہی نظام الدین دہلوی اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص خلیفہ حضرت فخر الدین زرداری رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ سماع کے متعلق ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام ہے: کَشْفُ الْقِنَاعِ عَنْ اُصُوْلِ السِّمَاعِ۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا سماع مزامیر کے بہتان سے بری ہے۔ (اُن کا سماع تو یہ ہے کہ) صرف قوال کی آواز اُن اشعار کے ساتھ ہو جو کمالِ صنعتِ الٰہی کی خبر دیتے ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت محمد بن مبارک علوی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سیر الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے چند شرائط کے ساتھ سماع جائز فرمایا ہے:

1- سنانے والا مرد کامل ہو، چھوٹا لڑکا اور عورت نہ ہو۔ 2- سننے والا یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔

3- جو کلام پڑھا جائے فحش، بے حیائی اور مزاحیہ نہ ہو۔

4- آلہ سماع یعنی سارنگی، مزامیر و رباب سے پاک ہو۔

ان اقوال کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ خاندانِ چشتیہ میں مزامیر کے ساتھ قوالی جائز ہے۔ ہاں! یہ بات وہی لوگ کہیں گے جو نہ چشتی ہیں، نہ قادری۔ اُنھیں تو مزے داریاں اور لطف اندوزیاں چاہئیں۔ اور اب جب کہ سارے کے سارے قوال بے نمازی اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بعض شرابی تک سننے میں آئے ہیں نیز عورتیں اور امرد لڑکے بھی چل پڑے ہیں ایسے ماحول میں ان قوالیوں کو صرف وہی جائز کہے گا جس کو اسلام و قرآن، دین و ایمان سے کوئی محبت نہیں۔ بے حیائی اُس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے اور قرآن و حدیث کے فرامین کی اُسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیا اِسی کا نام اِسلام پسندی ہے کہ مسلمان عورتوں کو لاکھوں کے مجمع میں لا کر ان سے ڈانس کروائے جائیں، پھر ان تماشوں کا نام ''عرس'' رکھا جائے۔ یہ صرف اور صرف کافروں کے سامنے مسلمانوں اور مذہب اِسلام کو ذلیل و بدنام کرنے کی سازش ہے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قوالی اہل کے لیے جائز اور نااہل کے لیے ناجائز ہے۔ ایسا کہنے والوں سے

ہم پوچھتے ہیں کہ آج کل قوالیوں کے سینکڑوں، ہزاروں کے مجمع میں سب کے سب اہل اللہ اور اصحابِ اِستغراق ہیں جنھیں دُنیا اور متاعِ دنیا کا قطعاً ہوش نہیں؟ جنھیں یادِ خدا اور ذِکرِ الٰہی سے ایک لمحے کی بھی فرصت نہیں؟ خراٹے کی نیندوں اور گپوں میں نمازوں کو گنوا دینے والے، رات دن ننگی فلموں، گندے گانوں میں مست رہنے والے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے اور ان کو ستانے والے، چور، چکور، جھوٹے فریبی، گرہ کاٹ وغیرہ؛ کیا یہ سب کے سب تھوڑی دیر کے لیے قوالیوں کی مجلس میں شریک ہو کر اللہ والے ہو جاتے ہیں یا پیر صاحب نے اہل کا بہانہ تلاش کر کے اپنی موج مستیوں کا سامان کر رکھا ہے؟ کہ پیری بھی ہاتھ سے نہ جائے اور دُنیا کی موج مستیوں میں بھی کوئی کمی نہ آئے۔

ہماری اِس تحریر کو پڑھ کر ہمارے اِسلامی بھائی برا نہ مانیں بلکہ ٹھنڈے دل و دِماغ سے سوچیں۔ اپنی اور اپنے بھائیوں کی اِصلاح کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پیارے مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ہمیں عمل کی توفیق بخشے۔ آمِیْن بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سَلَّمَ وَ بَارَکَ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

توجہ فرمائیں!

''عوامی غلط فہمیاں اور اُن کی اِصلاح'' کے مصنف چوں کہ انڈیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اُنھوں نے اپنا اندازِ تحریر بھی وہاں کے موافق رکھا ہے جو کسی حد تک پاکستان کے طرز کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس نئے اڈیشن میں چند تغیرات واقع ہوئے ہیں جن سے آگاہی ضروری ہے:

1- وہ ہندی الفاظ جو پاکستان میں بولے یا سمجھے نہیں جاتے اُنھیں اکثر جگہ بدل دیا گیا ہے۔

2- کئی مقامات پر جملوں کا تکرار یا موضوع سے ہٹ کر کوئی بحث آئی تو ان تمام غیر ضروری (کم ضروری) عبارتوں کو حذف کر دیا گیا۔

لاؤڈ اسپیکر کے مسئلے کی مکمل بحث اِدارہ کی طرف سے ہے۔ موقف تقریباً مصنف کا ہے، صرف اُسلوب میں تبدیلی آگئی ہے۔

ری کارڈ کے لیے کتابِ ہذا کی سابقہ تواریخ طباعت محفوظ کر لیں:

اول: 1422ھ/2001ء بریلی شریف دوم: 1425ھ/2004ء اِدارۂ معارفِ نعمانیہ، لاہور